مجالس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
میں
شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اسیر مالٹا کا تذکرہ

فرمایا حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے زمانۂ جاہلیت کے ایک حلیم کی حکایت بیان فرمائی تھی کہ اس کے بھتیجے نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ لوگ قاتل کو پکڑ کر اس کے پاس لے گئے تو غایت حلم یہ تھا کہ اس نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی جس طرح بیٹھا تھا، اسی طرح بیٹھا رہا۔ اور یہ کہا احدی یدی قطعت الاخری۔ یعنی میرے ایک ہاتھ نے دوسرے ہاتھ کو کاٹ دیا ہے۔ اب یہ حماقت ہے کہ میں دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ دوں۔ ثم قال ولکن ادّ الی امرأتی دیۃ ابنھا من ابلی فانھا لا ترضیٰ بدونھا۔ پھر کہا لیکن میری بیوی کو میرے اونٹوں میں سے ایک اس کے بیٹے کی دیت دیدو کیونکہ وہ بغیر دیت کے راضی نہ ہوگی ——۔

دیکھئے یہ ایک کافر تھا جس نے ایک غیر اختیاری ضرر سے پریشان ہوکر اختیاری ضرر کو گوارہ نہ کیا تو کیا ہم کو مسلمان ہوکر ایسا نہ ہونا چاہئے۔ پس یہ بڑی حماقت ہے کہ مصائب غیر اختیاری کی وجہ سے اپنے معمولات کو تباہ کرکے اختیاری ضرر میں مبتلا ہوں اس وقت اعمال پر جما رہنا ہی صبر ہے۔ (اعلیٰ الصبر ص۲۰)

۲۔ فرمایا مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے ایک بار قربانی کی تھی، آپ نے قربانی سے کئی مہینے پہلے ایک گائے خریدی اور اس کو خوب دانا کھلایا پلایا۔ اور عصر کے بعد جنگل میں اپنے ساتھ لے جاکر دوڑایا کرتے تھے۔ قربانی کے وقت تک وہ اتنی تیار ہوگئی کہ اس ارزانی کے زمانے میں بھی قصائی اس کی قیمت اسی روپے دے رہے تھے۔ آجکل گرانی کے زمانے میں تو نہ معلوم کتنی قیمت ہوتی، مگر مولاناؒ نے کسی کو نہ دی اور قربانی کے دن ذبح کیا جب وہ ذبح ہوئی تو مولانا کے دل پر اثر ہوا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیونکہ عرصہ تک ساتھ رکھنے اور پرورش کرنے سے اس کے ساتھ محبت ہوگئی تھی اس پر کوئی یہ شبہ

کہے کہ رنج کے ساتھ ذبح کرنا تو اچھا نہیں بلکہ خوشی کیساتھ ذبح کرنا چاہیئے کیونکہ حضرت فاطمہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا فاطمہ احضری اضحیتك وطیبی بھا۔ یعنی اے فاطمہ اپنی قربانی کے پاس آکر کھڑی ہوجا اور اپنے دل کو خوش کر۔ لہٰذا ایسا جانور ذبح کرنا چاہیئے جس کے ذبح سے خوشی ہو کہ اچھا ہوا پاپ کٹا۔ سو یہ غلط ہے۔ حدیث میں طیب نفس[1] کا امر ہے۔ وہ خوش عقلی ہے۔ اور جو میں کہہ رہا ہوں کہ ایسا جانور ذبح کرے جس سے دل دکھے یہ رنج طبعی۔ (تکمیل الانعام فی صورة ذبح الانعام ص۳۳)

۳- فرمایا بقول حضرت مولانا دیوبندیؒ چائے ثقہ لوگوں کی بھنگ ہے۔ تو صحیح ہی یہ بھنگ یعنی چائے اڑائی جاتی ہے۔ جس کے ساتھ بسکٹ اور انڈے وغیرہ بھی ہوتے ہیں جو خاصی غذا ہے۔ پھر دوپہر کو اور اس کے بعد شام کو کھانا کھایا جاتا ہے۔ پھر رات کو دودھ یا چائے پی کر سوتے ہیں اور چائے کو میں نے کھانا اس لئے شمار کیا ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو ایسی بے چینی ہوتی ہے۔ جیسے کھانا کھایا ہی نہیں۔ (مظاہر الامال ص۹)

۴- فرمایا ایک دفعہ حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ نے فرمایا ایک شخص ایک مشہور و معروف بزرگ کی تلاش میں نکلا، راستہ میں اس کی نماز کی جگہ کو دیکھا کف دست کا نشان سجدہ میں خلاف سنّت لگا ہوا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ وہ مخالف سنّت ہے، وہیں سے واپس ہوگیا اور ارادہ زیارت فسخ کیا کہ جو شخص سنّت نبوی کا تارک ہو وہ بزرگ اور ولی نہیں ہوسکتا۔ (خیر الافادات)

۵- فرمایا حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے سند لینے کا ارادہ کیا اور اس کیلئے گنگوہ حاضر ہوئے، مگر مارے ادب اور عبدیت کے خاموش رہے کہ اگر یہ پوچھ لیا کہ تجھ کو آتا کیا ہے جو سند لینا چاہتا ہے۔ تو کیا کہوں گا۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانہ ہے اس عبدیت، تواضع اور کسر نفسی کا ۔۔۔ (خیر الافادات)

---

[1] حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہندو کہتے ہیں مسلمان بہت بے رحم ہیں گئو ہتھیا کرتے ہیں یہ واقعہ ان کے لئے دندان شکن جواب ہے۔ بھلا جس شخص کی آنکھ میں ذبح کے وقت آنسو بھرے ہوں وہ تو اعلیٰ درجہ کا رحم دل ہے مگر مسلمان کا یہی بڑا کمال ہے کہ باوجودیکہ ذبح کے وقت اس کے دل میں رقت ہے اور جانور کی صورت دیکھ کر دل پسیج رہا ہے۔ پھر بھی وہ خاموش کھڑا ہو کر حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں مشغول ہے یہ بھی فرمایا کہ رنج طبعی منقص ثواب نہیں بلکہ مکمل ثواب ہے چنانچہ اولاد کے مرنے پر جو طبعی رنج ہوتا ہے اس پر ثواب کا وعدہ ہے۔ ہاں رنج عقلی منقص ثواب ہے۔

۶۔ فرمایا حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے فرمایا کہ حدیث سے مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ میں لفظ ما عام ہے۔ عقائد، اعمال، اخلاق، معاشرت، سیاست سب چیزوں کو اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان تمام شعبہ ہائے زندگی میں مقبول اور مستقیم راستہ وہی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہو جو راستہ اس سے مختلف ہو وہ مستقیم نہیں خواہ عقاید سے متعلق ہو یا اعمال و اخلاق سے یا حکومت و سیاست سے اور عام معاشرت سے۔ (مجالس حکیم الامت)

۷۔ فرمایا ہمارے بزرگوں کی عجیب شان تھی کوئی انکی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ مولوی محمود صاحب رامپوری نے مجھ سے حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی ایک حکایت بیان کی مجھ کو تو حیرت ہوگئی اور لوگ تو اپنا احترام اپنی خدمت اور اپنی پرستش چاہتے ہیں۔ اور ان حضرات کی یہ حالت تھی۔ کیا ٹھکانہ ہے۔ اس بےنفسی کا انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اور میرے ساتھ ایک ہندو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں دیوبند آئے۔ دیوبند پہنچ کر اس ہندو نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں ٹھہروگے۔ میں نے کہا میں مولاناؒ کے یہاں قیام کروں گا وہ ہندو بولا کہ جی میں روٹی تو اپنے اقارب کے ہاں کھاؤں گا۔ باقی سونے کیلئے اگر کوئی چھوٹی سی چارپائی مجھ کو بھی مل جائے تو وہاں ہی ٹھہروں گا۔ میں نے کہا مل جائے گی تو روٹی کھا کر آجانا۔ ایسا ہی ہوا۔ میں نے حضرت مولاناؒ کی بیٹھک میں ایک چارپائی اس کے لئے الگ بچھا دی۔ ایک چارپائی پر میں لیٹ گیا وہ ہندو تو پڑتے ہی سوگیا۔ اور میں جاگ رہا کہ حضرت مولانا دبے پاؤں زنانہ مکان سے تشریف لائے اور اس ہندو کی چارپائی کی پٹی پر بیٹھ کر اس کے پیر دبانے لگے۔ میں ایک دم چارپائی سے کھڑا ہوگیا۔ اور جا کر عرض کیا کہ حضرت چھوڑ دیں، میں دبا دوں گا۔ فرمایا کہ یہ تمہارا حق نہیں میرا مہمان ہے یہ خدمت میرے ذمہ ہے۔ میں نے اصرار کیا اس پر فرمانے لگے کہ تم کون ہو گڑبڑ مت کرو بیچارے کی آنکھ کھل جائے گی، تکلیف ہوگی۔ پس وہ ہندو تو پڑا پڑا خر خر کر رہا تھا۔ اور مزاحاً فرمایا اَنَا مقدر تھا۔ اور مولانا پاؤں دبا رہے تھے۔ اب مدعی تو بےنفسی کے بہت ہیں۔ مگر ذرا عمل کر کے دکھائیں تو حقیقت معلوم ہو۔ ایک مرتبہ اسٹیشن مرادآباد پر حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کا اور میرا اجتماع ہوگیا۔ سیوہارہ کے بھی کچھ حضرات تھے، انہوں نے مجھے اور حضرت مولاناؒ کو سیوہارہ اتارنا چاہا۔ میں نے اضمحلال طبع وغیرہ کا عذر کیا اور حضرت مولانا نے قبول فرمالیا۔ لوگوں نے میرے عذر پر کہا ہم وعظ کی درخواست نہ کریں گے جس سے اضمحلال میں تکلیف ہو میں نے کہا بدوں وعظ کہے تو مجھ کو کسی کی روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ مولانا نے بےساختہ کیا فرمایا کہ ہاں بھائی ایسے بےشرم تو ہم ہی ہیں کہ بلا کام کئے کھا لیتے ہیں۔ میں اس وقت بہت شرمندہ ہوا۔ اور کسی معذرت پیش کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ مگر مولانا بشاش تھے۔

(الافاضات الیومیہ حصہ دوم ص ۱۶۵ ص ۱۶۶ ص ۲۹۵)